eISSN:2073-3674
pISSN:1991-7813

CC BY
OPEN ACCESS

عنایت اللہ کی ناول نگاری- ایک مطالعہ

Inayatullah as a Novelist
An Analytical Study

زین الدین اختر

پی ایچ ڈی (اردو)سکالر سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

Ph.D (urdu) Scholer Sarhad Univeristy of Science and Information Technology Peshawar

ڈاکٹر احسان الحق

صدر شعبہ اُردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

Dr Ahsan ul Haq
Chairman Department of Urdu Sarhad Univeristy of Science and Information Technology Peshawar

ABSTRACT

Urdu literature has been lucky to have got high ranking writers in other departments besides in itself. Military profession is at the top of them.The list of these intellectual is long including Shafiq ur Rehman, Abdul Majeed Adam, Faiz Ahmad Faiz, Chiragh Hassan Hasrat, Syed Zamir Jafry. If another name is added in this list definitely it will be the name of Inayatullah. His litrary and millitarial contributions go side by side. He was including in that very initial squad of Pakistan Air Force which saluted the founder of Pakistan at Peshawar. He was a great Novelist, Journalist and Narrator of Incidents.He wrote more than one hundred books. Besides Historical and social novels he wrote on topics like Reward and punishment detection and hunting Irony humor psychology which clearly display his per faction of art.He wrote with pen name like Meem Alif, Altamash, Ahmad Yar Khan, Sabir Husain Rajpoot, Waqas, Ibne Sehra and Inayatullah.

KEYWORDS: Socail Novels, Naratives, Narrator of Incidents, Imagination, Historical Novels, Historical Facts.

کلیدی الفاظ :ناول،معاشرتی ناول ،وقائع نگاری ،وقائع نگار، تخیل ،تاریخی ناول، تاریخی حقائق۔

عنایت اللہ نے ناول نگاری کا آغاز چھوٹی بڑی کہانیاں لکھنے سے کیا۔وہ اپنی کہانی کو ایسے انداز سے آگے بڑھاتے ہیں کہ قاری کو آغاز سے انجام تک دلچسپی اور تجسس کے حصار میں گرفتار رکھتے۔وہ کہانی کو چھوٹے چھوٹے عنوانات میں ایسے تقسیم کر دیتے کہ کہانی میں کہیں سے بھی جُول نہیں آنے پاتا۔اُن کی کہانی کے واقعات ہمارے سوچے سمجھے نہیں ہوتے بلکہ یہ لکھنے والے کے زرخیز تخیل کی پیداوار ہوتے تھے۔یہ بتاناممکن نہیں کہ وہ کس فنکار یا ادیب سے متاثر ہو کر میدانِ تحریر میں آئے۔اُن کی کہانی کے یہ واقعات ایک خاص دوراور خاص ماحول سے تعلق رکھتے تھے جو کہ قیام ِ پاکستان سے کچھ قبل اور باقی بعد کا تھا۔ظاہر ہے اُنہوں نے اِس کے لیے جس وقت کا انتخاب کیا وہ اُن کی جوانی کی عمر تھی۔ وہ ہر چیز پر بے دھڑک لکھ سکتے تھے۔اُن کی اصل صلاحیتیں پاکستان بننے کے بعد اُجاگر ہوئیں جب وہ فوج سے برخاست کر دیئے گئے ۔اُن پر باقاعدہ مقدمہ چلا۔اُنہوں نے دوملکوں کو جُدا ہوتے دیکھا،دونوں ملکوں کے عوام کو ایک دوسرے کو نوچتے لُوٹتے دیکھا لیکن اُن کے ناولوں میں یہ وارداتیں نہیں جس طرح سے اردو افسانہ میں اِن فسادات اور اِن کے پردے میں بپا ہونے والی قیامتوں نے جگہ پائی اور اُردو ناولوں کو اسی حوالے سے نئے نئے موضوعات ہاتھ لگتے رہے۔بٹوارے کے بعد بہت سالوں تک اردو ادب میں اُن کا ذکر گونجتا رہا لیکن عنایت اللہ کے ناولوں اور کہانیوں میں اِن موضوعات کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔وہ تاریخی ناولوں کے علاوہ سماجی ناول لکھتے تھے یا پھر جرائم پر۔وہ جان گئے تھے کہ تقسیم کے موضوع پر بہت زیادہ لکھا گیا ہےاور اب اِس موضوع کو مزید تحریر کی حاجت نہیں ہے۔ ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ عنایت اللہ کے مقصدی پہلو کے متعلق لکھتے ہیں کہ

> "کہانی لکھتے ہوئے عنایت اللہ کے پیش ِ نظرہمیشہ یہ مقصد رہا ہے کہ نوجوان نسل کو فحش لٹریچر سے نجات دلائیں اور ایسے ڈائجسٹ جو ہندو متھالوجی پر مشتمل کہانیاں شائع کر رہے ہیں اُن کی حوصلہ شکنی کی جائے۔اِس لیے وہ تاریخ کے اُن ابواب کو اپنا موضوع بناتے ہیں جن میں کہانی بننے کی پوری صلاحیت موجود ہو اور نئی نسل کے لیے اُن میں دلچسپی کا سامان بھی موجود ہو اُن کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کروا سکے"۔ (۱)

عنایت اللہ کو قدرت کی طرف سے بہت صاف دل ملا تھا۔ پاکستان نیا نیا بنا تھا اور اسے نئے خون کی اشد ضرورت تھی۔وہ مسلمان جوانوں کو عظمت ِ رفتہ کی یاد

دلانے کی کوشش کرتے رہے۔پانچ ناموں سے وہ یہی فریضہ انجام دیتے رہے۔وہ اپنے ناولوں میں جوانوں کو وہ لٹریچر دیتے رہے جو ان کی ضرورت تھی اور جن سے ان کی اخلاقی نشوونما پر بُرا اثر نہیں پڑتا۔کہانی ہی وہ چیز ہے جو روزازل سے ہی انسان سننا، پڑھنا اور لکھنا پسند کرتا آیاہے اور اس چیز کو انسانی تہذیب کے کسی بھی دور میں زوال نہیں آیا۔ عنایت اللہ اسی کہانی سے ہی اپنی قوم کے جوانوں کی اخلاقی تربیت کرنا چاہتے تھے۔

> "کہانی آج کے ہر فرد کہ فطری ضرورت ہے۔داستان گوئی ایک قدیم فن ہے جو بھکاری کو بھی اتنا ہی عزیز رہا ہے جتنا بادشاہ کو۔داستان من گھڑت ہو یا حقیقی اعصابی تھکن کے لیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے۔آج تفکرات نے زمانے کی بدلی ہوئی چال،بڑھتی ہوئی رفتار اورنئے دور کے مسائل نے افراد کے اعصاب کو توڑ ڈالا ہے۔افراد اعصابی تسکین چاہتے ہیں۔یہیں سے اخلاق سوز اور فحش کہانیوں اور فلم بنی نے فروغ پایا لوگوں کی داستان پسندی جیسی کمزوری اور ضرورت کے پیشِ نظرزرپرست قلمکاروں اور ناشروں نے من گھڑت کہانیاں پیش کیں جن سے ایمان اور اخلاق نے بہت بُرا اثر لیا۔(۲)

معاشرتی ناول/کہانیاں:

عنایت اللہ کی شہرت کی اصلی وجہ اُن کی حقیقت نگاری اور حقیقت پسندی تھی۔ اُنھوں نے معاشرتی ناہمواریوں سے پیدا ہونے والے مسائل سے جنم لینے والی کہانیوں کو عوام کے سامنے پیش کیا۔وہ جو کچھ دیکھتے محسوس کرتے، صداقت و دیانت کے ساتھ اُس کی تصویر کشی کر دیتے۔وہ اپنے ناولوں میں سچ اور حقیقت بیانی کو ترجیح دیتے اِس وجہ سے اُن کے ناولوں میں تصنع،بناوٹ اور دِکھاوے کا شبہ تک نہیں ہوتا۔اُنھوں نے اٹھائیس معاشرتی ناول لکھے جن میں سے چند اہم ناولوں کے نام یہ ہیں۔"استانی اور ٹیکسی ڈرائیور"،" منزل اور مسافر"،"ایک کہانی "اور"اَکھیاں میٹ کے سپنا تکیا "وغیرہ۔

جرم و سزا/سراغ رسانی کی کہانیاں

عنایت اللہ نے اِن کہانیوں میں احمد یار خان کے قلمی نام سے جرم و سراغ رسانی کی وارداتیں تحریر کیں۔دراصل یہ کہانیاں ہمارے معاشرے اور چاردیواری کی دنیا کے ڈھکے چھپے گوشوں کے واقعات ہیں جو پڑھنے والوں کو چونکا دیتے ہیں۔یہ واقعات

جب ہماری آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے ہیں تو چونکنے کی بجائے آنکھیں پھیر کر گزر جاتے ہیں۔جرم سزاو سراغ رسانی ایک رسوا موضوع ہے مغرب کی کئی کہانیوں میں جرم کی ترغیب اور فحاشی پائی جاتی ہے جبکہ احمد یار خان کی کہانیوں نے آنے والی نسل کا نشہ بھی پورا کیا، اُن کو فحاشی سے بچایااور اُن کے کردار کی بھی بہتر نشوونما کی۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ احمد یار خان جرم و سزا کی کہانیوں میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔اُن کی کہانیاں حقیقت کی عکاس ہیں۔اُن کوواردات جس طرح سنائی گئی اُسی انداز میں سادگی اور بے ساختگی کے ساتھ اُنہوں نے پیش کر دی۔اُن کے جاسوسی و جرم و سزا سے متعلق ناولوں کی کل تعداد چھتیس ہے جن میں سے" جب بہن کی چوڑیاں ٹوٹیں"،"مقتول کی بدروح"،"شراب اور سگریٹ"اور" سُندری کا سودا"وغیرہ کو عوامی پذیرائی حاصل ہے۔

جرائم کے حوالے سےہ ایک ہی موضوع پر اتنا زیادہ نہیں لکھا جا سکتا۔بار بار ایک ہی موضوع پر لکھنے سے واقعات ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو جانے کااحتمال رہتا ہے اور قاری کاا ُن سے بیزار ہو نے کا خدشہ ہوتا ہے۔لیکن اُن کے ناولوں اور کہانیوں میں یہ بات سرے سے ہے ہی نہیں۔اُن کی ہر کہانی اور ہر ناول اپنے موضوع کے حوالے سے نیا نویلا اور منفرد ہوتا تھا۔یہ ناول اُنہوں نے احمد یار خان کے نام سے لکھے تھے۔یہ ایک فرضی نام تھا اور راقم کے خیال میں چونکہ وہ بہت کچھ لکھ سکتے تھے اور بہت لکھ رہے تھے،اِسی بنا پر اُنہوں نے مختلف ناموں سے لکھا۔میرے خیال سے یہ اردو میں پہلی دفعہ ہوا کہ کسی ادیب نے اپنے لیے ایک سے زیادہ نام استعمال کیے اور اُن ناموں سے مستقل لکھتا رہا ہو۔اردو ادب میں ایسا ہوا تو ہے کہ کسی ادیب نے اپنے شاعرانہ یا قلمی نام سے ہٹ کر بھی لکھا ہو لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی ادیب نے اپنے لیے اتنے زیادہ نام استعمال کیے ہوں۔ شکاریات کی کہانیاں وہ صابر حسین راجپوت کے نام سے لکھتے تھے۔ایک ادیب کی شان یہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنے معروف نام کو چھوڑ کر کسی اور نام سے لکھے لیکن اُنہوں نے ایسا کر کے دیکھایا۔وہ جہلم کے اُس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے جہاں وہ بچپن سے شکار کھیلنے جاتے رہتے تھے اور اپنی آنکھوں سے شکار کھیلتا بھی دیکھا۔

"مصنف کی کہانیوں میں آپ کو نہ کوئی شیر ملے گا نہ کہیں مچان باندھی جاتی ہے نہ بندوق چلتی ہے۔اِن کہانیوں میں آپ کو صرف کُتے اور اُن کے مالک ملیں گے جو چند ایک نوجوان لڑکے ہیں۔اُن کا شکار خرگوش، گیدڑ، گوہ

اور سہمہ ہیں۔اِن میں کوئی ایک بھی جانور آدم خور نہیں بلکہ درندہ بھی نہیں لیکن اُن کا شکار آسان بھی نہیں۔اِن کا شکار لہو گرم رکھنے کا ایک بہانہ تھا۔وہ اُس وقت نوجوان تھا بجائے اِس کے کہ وہ فارغ رہ کر نظر بازی اور عشق بازی کا شغل شروع کر دیتے۔مصنف موصوف کی کہانیوں میں آپ کو صرف شکار نہیں ملے گا۔اِن کہانیوں کے اندر کہانیاں ہیں جن کا تعلق انسانی جذبات کے ساتھ ہے اور اِن کہانیوں میں انسانی فطرت کی پاکیزگی بھی ہے پراگندگی بھی۔یہ وارداتیں اور واقعات بہت پرانے ہیں لیکن یہ ڈرامے آج بھی کھیلے جاتے ہیں۔اُس وقت کے بیشتر لوگ مر گئے ہیں لیکن معاشرے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ (۳)

شکاریات:۔

نایت اللہ نے شکاریات کے موضوع پر نو کہانیاں لکھیں ہیں۔شکاریات کی اِن کہانیوں میں حقیقی زندگی کے حیران کُن واقعے پیش کیے گئے ہیں۔شکاریات کی اِن کہانیوں میں شکار کے طور طریقوں کے علاوہ سچی محبت اور پیروں کی کرتوتوں اور کرامات کے علاوہ پیر پرستی کی زنجیر میں جکڑے مناظر پیش کیے۔اِن کہانیوں میں جوانوں کے لیے پیغام بھی موجود ہے۔مصنف کی نو شکاریات کی کہانیوں میں" جذبات کا سیلاب"،"ایک لڑکی دو منگیتر"،"بیٹا پاکستان کا بیٹی ساہو کار کی"،"لاش اورقبر کا بھید"،"بھیڑیا بدروح اور بیوی"زیادہ مشہور ہیں۔

شکاریوں کی اپنی نفسیات ہوتی ہیں اور وہ اپنے شکار اور شکار کرنے والوں کے متعلق بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔یہ زندہ دل لوگ ہوتے ہیں اور شکار کرنا ہی ان کا مطمع نظر ہوتا ہے۔ عنایت اللہ شکار اور انکے لوازمات کے حوالے سے بہت اچھی طرح جانتے تھے۔کتوں کے متعلق بھی بہت کچھ جانتے تھے اور ان کی عادات کے متعلق بھی۔ یہی سبب ہے کہ وہ ان کی خصوصیات کے حوالے سے بے دھڑک لکھتے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ عنایت اللہ کے اسلوب اور صابر حسین راجپوت کے اسلوب میں واضح فرق ہے۔صابر حسین راجپوت ایک دیہاتی اور ان پڑھ شخص لگتے ہیں۔ جب وہ بات کرتے ہیں اس کی باتوں سے دیہاتی پن کی بو آتی ہے لیکن عنایت اللہ کا اپنا اسلوب ہے جس سے وہ تمام عالم میں پہچانے جاتے ہیں۔

"ہمارے کُتے عقل مند اور مخلص تھے اور اُن میں جذبہ ایثار تھا۔ہمیں وہ اپنا وفادار دوست سمجھتے تھے۔اور ہم اُن کی رکھوالی کرتے تھے۔اگر آج

ہوتے تو کشمیر کا مسئلہ تو شاید حل نہ کر سکتے لیکن مُشک پر اُن چوروں کے گھروں میں جا کر اُنہیں پکڑ لاتے جنہیں پولیس نہیں پکڑنا چاہتی۔اُن میں صرف ایک خرابی تھی وہ یہ کہ اُن کے درمیان کوئی کُتیا آ جاتی تو اُن کی حالت اُن سیاسی لیڈروں جیسی ہو جاتی تھی جن کے درمیان کُرسی آ جاتی ہے۔کتیااور کُرسی میں کوئی لمبا چوڑا فرق نہیں دونوں کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں۔کُتیا کو دیکھ کر ہمارے کُتے ایک دوسرے کو گھورنے اور غرانے لگتے اور جب دھماکہ خیز تقریر شروع کرتے تو گاؤں کے عام سے کُتے گاؤں سے بھاگ جاتے تھے۔"(۴)

تاریخی ناول وداستانیں:

عنایت اللہ کو مسلمانوں کی تاریخ،تہذیب اور روایات سے گہرا جذباتی اور روحانی لگاؤ تھا یہ تعلق اُن کے تاریخی ناولوں سے عیاں ہے۔وہ اپنے ناولوں میں ادبی دیانت اور تاریخی صداقت کا دامن نہیں چھوڑتے۔ موضوعات کے اعتبار سے عنایت اللہ کے ناول وسیع مواد پر مشتمل ہیں۔اُنہوں نے اپنے ناولوں میں زندگی کے لامحدود پہلوؤں کو پیش کیا۔اِن پہلوؤں میں رنگا رنگی چمکتی اور لہراتی دِکھائی دیتی ہے عنایت اللہ کے نو تاریخی ناولوں میں" اُندلس کی ناگن"،"حجاز کی آندھی "اور"فردوسِ ابلیس"مقبول ترین تاریخی ناول ہیں۔عنایت اللہ نے سماجی موضوعات پر ہی نہیں بلکہ تاریخی ناولوں میں بھی نئے اضافے کیے۔اُنہوں نے اپنے سماجی ناولوں کی طرح تاریخی ناولوں میں کہانیاں لکھیں۔ عنایت اللہ ایک تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے مشہور ہیں ۔اُ ن کا پہلا تاریخی ناول" داستان ایمان فروشوں کی " ماہ نامہ " حکایت"میں فروری۱۹۷۵ء سے ستمبر ۱۹۷۸ء تک قسط وار شائع ہوتا رہا۔جب کہ۱۹۸۳ء میں اُنہوں نے اپنا آخری تاریخی ناول"اُندلس کی ناگن "لکھا ۔ اُنہوں نے کل نوتاریخی ناول لکھے جو ۱۵ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں ۔اِن ناولوں میں اصل جذبہ محرک اُن کی تاریخ سے گہری دلچسپی معلوم ہوتی ہے ۔اُنہوں نے اسلامی تاریخ کا گہرامطالعہ کیا جس سے اُن کا تاریخی شعور پختہ ہوتا چلا گیااِس لیے اُنہوں نے چوّن سال کی پختہ عمر میں یہ تاریخی ناول لکھنے شروع کیے۔عنایت اللہ کو ناول نگاری میں جو عروج حاصل ہوا اُس کے متعلق ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں :

"عنایت اللہ نے صحافت اور ناول نگاری میں بڑی شہرت حاصل کی ۔اُنہوں نے معاشرتی ناول بھی تحریر کیے ہیں اور تاریخی ناول بھی ۔تاریخی ناولوں میں اُندلس کی ناگن، ایک اور بُت شکن پیدا ہوا، اور شمشیر ِ بے نیام قابلِ ذکر ہیں" ۔(۵)

اُن کی کہانیوں میں کمال یہ تھا کہ کہیں بھی واقعات ایک دوسرے کی گونج محسوس نہیں ہوتے۔ہر کہانی کا اپنا خاکہ اور اپنے واقعات تھے اور کہیں بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ واقعات پہلے بھی کہیں بیان کیے جا چکے ہوں۔یہ بیان اُن کے صرف ایک تاریخی ناول پر صادق نہیں آتا کہ حجاز کی آندھی پر کہیں کہیں تو ارد کا گمان ہوتا ہے جس طرح اُن کی سماجی کہانیوں کی اپنی اُٹھان تھی اور وہ اُسے عنوانات میں تقسیم کرتے جاتے تھے،اس طرح کی تقسیم وہ تاریخی کہانیوں میں نہیں کرتے۔اس لحاظ سے اُن کی تاریخی کہانیاں بالکل سپاٹ تھیں۔ داستان ایمان فروشوں کی)تین جلدیں(، اورنیل بہتا رہا) دو جلدیں(،فردوس ِ ابلیس)دوجلدیں(،۔اور ایک بُت شکن پیدا ہوا)دوجلدیں(، شمشیربے نیام،حجاز کی آندھی،دمشق کے قید خانے میں،ستارہ جو ٹوٹ گیا اور اُندلس کی ناگن اُس کے معروف تاریخی ناول ہیں۔اِن میں کچھ تاریخی کہانیاں کے مجموعے ہیں جیسے داستان ایمان فروشوں کی تاریخی کہانیاں ہیں جو ایک ہی شخصیت،ایک ہی وقت اور ایک ہی قسم کے واقعات سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ واقعات مسلسل کہانی نہیں ہیں۔اِس لیے اُن کو تاریخی ناول مانتے ہوئے تامل ہوتاہے۔یہ تاریخی کہانیاں ہیں لیکن ان کے علاوہ ان کے کچھ تاریخی ناول بھی ہیں جیسے حجاز کی آندھی،شمشیر بے نیام، ستارہ جو ٹوٹ گیا،اُندلس کی ناگن اوردمشق کے قید خانے میں اِن میں ایک مسلسل کہانی بیان کی گئی ہے اور واقعات کی بُنت بالکل ناول کے انداز پر ہوئی ہے۔عنایت اللہ نے خود لکھا ہے :

"تاریخی ناولوں کے بیشتر مصنف تاریخ کم اور ناول زیادہ لکھتے ہیں۔اُن کا یہ انداز کاروباری ہے۔وہ کہانی کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور سنسنی خیزبنانے کی کوشش میں تاریخ کو مسخ اورتاریخ کے اصل واقعات کو گڈ مڈ کر دیتے ہیں۔یہاں تک کہ بعض اہم واقعات حذف ہو جاتے ہیں۔واقعات کا تسلسل بھی تہ و بالا ہو جاتا ہے۔وہ ناول ہی کیا جس میں رومان نہ ہو۔عشق کی چاشنی اور حُسن بے مثال کا چسکا نہ ہو۔تاریخی ناول لکھنے والوں نے ناول کے یہ مطالبات پورے کرنے پر زیادہ زورِ بیاں صرف کیا ہے۔تاریخی ناول بلکہ

اسلامی تاریخی ناول لکھنے والے ایک مشہور و معروف ناول نویس ہیں جن کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ اِس صنف کے خالق وہی ہیں۔اُن کے متعلق ایک مبصر نے کہا تھا کہ اُن کے ہاں مجاہد کی پہچان یہ ہے کہ اُس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے بازو میں ایک نو خیز حسینہ ہو۔"حجاز کی آندھی" اسلامی تاریخی ناول ہی ہے لیکن اِس میں آپ کو مستند تاریخ ملے گی اور یہ تاریخ متعدد مؤرخوں کی کاوشوں کا نچوڑ ہے۔یہ میری شبانہ روز کی ہوئی ریسرچ کا حاصل ہے۔اِس میں آپ کو کہانی کی دلچسپیاں بھی ملیں گی لیکن کوئی ایک بھی واقعہ اور کوئی ایک بھی کردار فرضی اور غیر حقیقی شامل نہیں کیا گیا۔یہ تمام کردار اور واقعات حقیقی ہیں۔(۶)

عنایت اللہ کے تاریخی ناولوں کی وجہ شہرت اُن کا وہ رویہ ہے جو اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے حاصل کیا ۔اُنہوں نے نہ صرف اسلامی تاریخ کا وسیع مطالعہ کیا بلکہ اُنہیں اِس موضوع سے گہری دلچسپی بھی تھی ۔اُنہوں نے اپنے ناولوں کے موضوعات بھی اسلامی تاریخ سے اخذ کیے ہیں ۔اُنہوں نے اُندلس ، مصر،فارس،روم اور ہندوستان کے ممالک کی تاریخ کو اسلامی حوالے سے موضوع بنایا ۔اُن کے ناول تاریخی واقعات کی تکمیل کرتے ہیں۔یہ ناول اسلامی تاریخ کے حوالے سے مختلف ممالک اور ادوار کا احاطہ کیے ہوئے ہیں ۔اُن کے ناولوں کے تاریخی واقعات میں ربط و تسلسل پایا جاتا ہے ۔

عنایت اللہ کے ناولوں کے موضوعات سے یہ حقیقت افشا ہوتی ہے کہ اُنہوں نے مسلم ممالک کی تاریخ کے نمایاں واقعات کو موضوع بنایا ہے اِن اسلامی ملکوں میں اُندلس ، مصر،شام اور فلسطین کی تاریخ کو نمایاں مقام حاصل ہے ۔اُنہوں نے مستند تاریخی موضوعات کا انتخاب کیا ۔اُنہوں نے ایسے تاریخی واقعات کو ناولوں کے پلاٹ کے طور پر بھی استعمال کیا اور بعض جگہ بیانیہ انداز میں پسِ منظر کے طور پر بھی ۔اُنہوں نے ایک تاریخی نگار کے منصب کا خیال کرتے ہوئے اپ ناولوں میں تاریخ کے اصل حقائق کو مسخ نہیں ہونے دیا ۔لہٰذا اُن کے ناولوں کے واقعات تاریخی اعتبار سے مستند ہیں ۔اُن کے بعض ناولوں میں تاریخی واقعات سے رومانوی واقعات بھی جنم لیتے دکھائی دیتے ہیں دراصل ایسے ناولوں کا تعلق تاریخی ادوار کی بجائے تاریخ کی اہم شخصیات سے ہے "شمشیر بے نیام" اور "ستارہ جو ٹوٹ

گیا ایسے ہی ناولوں میں شمار ہوتے ہیں ۔نقطہ نظر کے لحاظ سے اُن کے ناول اصلاحی کی بجائے خطابیہ تاثر لیے ہوئے ہیں اور اُن میں دھیما پن نمایاں ہے ۔

جنگی کہانیاں / وقائع نگاری /ناول:

عنایت اللہ نے پاک فوج کے افسروں اور جوانوں کی ذاتی شجاعت اور الگ الگ معرکوں میں جرأت مندانہ اہلیت کوپورے حقائق کے ساتھ پیش کیا۔اُن کا خاصہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے ناولوں میں نہایت ہی معمولی جزئیات کی پیشکش میں بھی عمدہ اندازاپنایا ۔اُن کی جنگی کہانیوں اور وقائع نگاری کی تعداد دس ہے جن میں سے" بی آر بی بہتی رہے گی"،"بدر سے باٹا پور تک"،"لاہور کی دہلیز پر"،"دو پلّوں کی کہانی"،"خاکی وردی لال لہو"،"پاک فضائیہ کی داستانِ شجاعت"،"ہماری شکست کی کہانی"اور"فتح گڑھ سے فرار"زیادہ مشہور ہیں۔

عنایت اللہ کا فن ِ ناول نگاری تو بعد میں چمکاپہلے اُس نے اردو میں جنگی وقائع نگاری کی بنیاد رکھی۔اِس حوالے سے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ پاکستان کے پہلے جنگی وقائع نگار تھے۔۱۹۶۵ءکی پاک بھارت جنگ میں پاکستان نے اپنا بھر پور دفاع کیا اور بھارتی سورماؤں کو پاکستان کے اندر اور بھارت کی سر زمین پر بوکھلاہٹ کا شکار ہونا پڑا تھا۔پاکستان نے بہت کم وسائل کے بل بُوتے پر بھی اپنی حفاظت کی تھی۔یہ تاریخی حقائق اُنھوں نے سپاہیوں اورمیدانِ جنگ کے تناظر میں پیش کیے۔وہ خود محاذ پر گئے اور اُنھوں نے وہ مناظر قارئین کے سامنے پیش کیے جو کوئی اور پیش نہ کر سکا۔اُن کے جنگی وقائع پہلی بار سامنے آئے اور اُن کی اکثریت لَو رینک سپاہیوں اور افسران کی تھی جن سے وہ میدان ِ جنگ میں ملے۔ بدر سے باٹا پور تک،بی آر بی بہتی رہے گی،لاہور کی دہلیز پر،پرچم اُڑتا رہا،دو پُلوں کی کہانی،لہو جو ہم بہا کے آئے اور پاک فضائیہ کی داستان ِ شجاعت اُن کی وقائع نگاری کی تصانیف ہیں۔علاوہ ازیں کشمیر کے حملہ آور اور پنڈی سازش کیس میں مشہورِ زمانہ سازش کیس کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ہماری شکست کی کہانی میں سقوط ڈھاکہ کے ہول ناک مناظرجو۱۹۷۱ء میں پیش آئے اور اُس کا حال عنایت اللہ نے لکھا جو وقائع نگار کی حیثیت سے شہرت پا گئے تھے۔

طنزومزاح و نفسیات:

عنایت اللہ نے طنزومزاح میں اشہبِ قلم کو دوڑایا۔اُس نے پٹواریوں اور کلرکوں پر بھی لکھا جس کی وجہ سے اُنہوں نے آپ پر عدالت میں مقدمہ کر دیا تھاجس کو وہ عدالت میں تو نہ جیت سکے لیکن اُن کا تصفیہ کرایا گیا۔

اُنہوں نے"ایوبی، غزنوی اور محمد بن قاسم پاکستان میں "اور" افسر، پسنجر اورپھوپھی جمالو"اور اِن کے علاوہ نفسیات پر بھی" مقناطیسی شخصیت "اور" مایوسی کیوں "کے نام سے بھی کتابیں لکھیں۔

ماہنامہ حکایت کے مختلف سلسلوں کے لیے وہ مختلف قلمی ناموں سے لکھتے رہے مثلاً تاریخی سلسلہ وار ناولوں کے لیے انہوں نے عنایت اللہ، التمش اور وقاص کا نام استعمال کیا۔نفسیات کے سلسلے کے لیے وہ میم الف کے نام سے لکھتے تھے۔جرائم وجاسوسی کہانیوں کے لیے وہ احمد یار خان بن جاتے جبکہ شکاریات کے سلسلے کو چلانے کے لیے اُن کا قلم صابر حسین راجپوت کے نام سے موتی بکھیرتا۔مزے کی بات یہ ہے کہ اکثریت کویہ شبہ تک نہ ہوا کہ یہ ایک ہی شخصیت کے مختلف روپ ہیں۔اِس میں کوئی شک نہیں کہ عنایت اللہ ایک خاموش ادبی طوفان تھے۔

عنایت اللہ کے چار ناولٹ اکھیاں میٹ کے سپنا تکیا،رات کا بھید، اکھاڑہ اور کفارہ جواس کی کتاب"منزل منزل دل بھٹکے گا میں شامل ہیں،پر کہیں کہیں یہ گمان ہوتا ہے کہ عنایت اللہ میں افسانہ نگاری کی خوبیاں بھی تھیں۔وہ اپنے اردگرد پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اپنے اردگرد پر ہی لکھتے ہیں۔ڈاکٹر وحید قریشی اپنی کتاب میں عنایت اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "ہر کامیاب ناول نگار کا زندگی کے بارے میں ہمدردانہ رویہ ہوتا ہے۔جس کے حوالے سے وہ زندگی کو پہچانتا ہے۔ صاحب ِفن کا یہی خلوص فن کو زندگی عطا کرتا ہے۔عنایت اللہ کے ہاں اِس خلوص کی کمی نہیں۔چاہے امرتسر کی شہری زندگی ہو جو اکھاڑے میں پائی جاتی ہے۔یا پھر اکِھیاں میٹ کے سپنا تکیاکا دیہاتی ماحول ہو عنایت اللہ خلوص اور زندگی کے بارے میں ہمدردانہ نقطہٴ نظر کا جگہ جگہ پتہ ملتا ہے۔معاشرے کی خامیوں اورخوبیوں کو انسانی زندگی کے جذباتی پہلوؤں کوکرداروں کی نفسی حالت کو غرض کہ زندگی کے ہر روپ کو وہ بڑے پیار سے اپنی گرفت میں لیتے ہیں۔تجربہ کرتے ہیں اور کبھی کبھی ذاتی ردعمل پیش کر دیتے ہیں۔"(۷)

عنایت اللہ کے ناولوں کا فنی جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اُن کے واقعات کو فطری تسلسل سے پیش کیا گیا ہے کہیں بھی کوئی بد نظمی راہ پاتی دکھائی نہیں دیتی ناولوں کے پلاٹ کو مزید سلجھانے کے لیےناول نگار نے ابواب بندی کا اہتمام کیا ہے ۔اُن ناولوں کے پلاٹ انتہائی چُست ہیں خاص طور پر" ستارہ جو ٹوٹ گیا"اور " حجاز کی آندھی" پلاٹ کے اعتبار سے عنایت اللہ کے کامیاب ناول ہیں ۔ناول نگار نے اپنے ناولوں کے پلاٹ م یکسانیت اور یک رنگی کی فضاء پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے اکثر ناول کے اختتام پر واقعات منجمد ہو جاتے ہیں لیکن عنایت اللہ نے اِس صورتِ حال سے اپنے ناولوں کے پلاٹ کو بچایا ہے اِس سے نہ صرف یہ کہ پلاٹ میں دلکشی نہیں رہتی بلکہ قاری بھی متذبذب ہو جاتا ہے ۔

عنایت اللہ اپنے ایک ناول کے پلاٹ کو لاشعوری طور پر غیر ضروری طوالت سے نہیں بچا پائے وہ ناول" شمشیر بے نیام " ہےاِس ناول میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے سفر مدینہ کے واقعے کو کھینچ کر ۱۲۹ صفحات پر پھیلا دیا ہے لیکن قاری پر یہ نہیں کُھلتا کہ آخر وہ کس مقصد کے لیے مدینہ جا رہے ہیں کہ مدینہ میں کونسا اہم واقعہ رونما ہوا ہے حال آں کہ سیاق و سباق کے تناظر میں یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔

عنایت اللہ کے ناولوں کے واقعات اپنے اندرنشیب و فراز اور نقطۂ عروج (Climax)کو بھی سموئے ہوئے ہیں اُن کے ناولوں کے انجام منطقی ہیں ۔وہ تاریخ رومان اور تخیّل کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور قاری کو محسوس تک نہیں ہونے دیتے۔

ناول نگار نے فنکارانہ مہارت سے کام لیتے ہوئے فرضی کردار بھی تخلیق کیے ہیں اور اُن کا استعمال اُنہوں نے بر محل اور بہ وقت ضرورت کیا ہے یہ کردار کمزور قسم کے نہیں بل کہ یہ تخیّلی کردار اصل تاریخی کردار کے ساتھ ساتھ کہانی کے حصار میں موجود رہتے ہیں ۔عنایت اللہ کے یہ تخیلی کردار اتنا ممتاز مقام حاصل نہیں کر پاتے کہ وہ اصل تاریخی کردار کو قاری کی نظروں سے اوجھل کر دیں ناول نگار نے کرداروں کی تخلیق میں فنی شعور کا مظاہرہ کیا ہے ۔اُنہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے مثالی کردار بھی تخلیق کیے لیکن اُن کے یہ مثالی کردار بھی انسانی خوبیوں اور خامیوں سے مُبرا نہیں ۔

موصوف کی منتظر نگاری بھی اعلٰی پائے کی ہے ۔اُن کے ناولوں میں جنگی اور قدرتی طور پر دو طرح کے مناظر دیکھے جا سکتے ہیں ہیں ۔جنگی مناظر دوقسم ک ہیں ۔اوّل آمنے سامنے کی لڑائی اور دوم عام جنگیں ۔اُنہوں نے منظر کشی میں فنکارانہ مہارت سے کام لیا ہے ۔اُن کا خود اپنا تعلق عسکری شعبے سے تھا اُنہوں نے جنگوں میں حصہ لیا اور جنگی قیدی بھی بنے ۔اِس لیے اُنہیں جنگ اور جنگ کے دیگر مراحل کا خوب تجربہ تھا اِس لیے اُنہوں نے ایسے مواقعے کی عمدہ منظر کشی کی ہے ۔

ناولوں کی زبان وبیان میں مکالماتی حصہ اہم ہوتاہے اِس لیے ناول نگار نے اِس طرف بھی خصوصی توجہ کی ۔موصوف کے ناولوں کے مکالمے کرداروں کی شخصیت سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی ہیں گویا اُن کے ناولوں کی زبان سادہ عام فہم اور رواں ہے ۔عنایت اللہ کی زبان و بیان کی خوبیاں اُن کے چند ناولوں کے اقتباسات سے عیاں ہیں ۔

> ”اِس دلفریب نخلستان میں پانچ چھ خیمے نصب تھے جن میں ایک ایک چوکور اور بڑا تھا اُس کے دو طرف دروازے اور دروازوں کے آگے ریشمی پردے لٹکے ہوئے تھے ۔خیمے کے اندر کسی شاہی محل کا گمان ہوتا تھا فرش پر خیمے کی لمبائی اور چوڑائی جتنا ایرانی قالین بچھا ہوا تھا ۔ایک طرف گدّے پڑے ہوئے تھے جن پر ریشمی چادریں بچھی ہوئی تھیں اور گاؤتکیے لگے ہوئے تھے ۔اوپر رنگا رنگ فانوس لٹکے ہوئے تھے ۔خیمے کے اندر جو کپڑا لگا ہوا تھا وہ بھی ریشمی تھا اور اِس کے کئی رنگ تھے ۔اندر کی فضا طلسماتی تھی۔"(۸)

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ تاریخی ناولوں میں عشق و محبت کا افسانوی انداز تاریخی واقعات پر غالب آ جاتا ہے جس سے تاریخی حقائق مسخ ہونے کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے کچھ ایسی ہی صورت حال عنایت اللہ کے ہاں بھی دکھائی دیتی ہے اُن کے ہاں عشق و محبت کے واقعات تاریخی حقائق پر تو غالب نہیں آتے لیکن وہ اِن واقعات کے بیان میں ایک ایسی رومانوی فضاء قائم کر دیتے ہیں کہ قاری اِس فضاء میں مسحور ہو کر رہ جاتا ہے ۔کبھی کبھی وہ اپنے ناولوں میں زبان و بیان کے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں ۔

"صبح کی پہلی دھندلی کرنیں نمودار ہوئیں تو حمیرا کا دل یک لخت ایک خوف کی گرفت میں آ گیا ۔وہ اگر مرد ہوتی تو کوئی ڈرنے والی یا خطرے والی بات نہیں تھی ۔خطرہ یہ تھا کہ وہ نوجوان تھی اور بہت ہی حسین ۔وہ نظروں کو گرفتار کر لینے والی لڑکی تھی ۔کوئی بھی اُسے دیکھ لیتا تو کبھی نظر انداز نہ کرتا ۔وہ اُس ویران علاقے میں تھی جہاں ابلیس کا قانون چلتا تھا ۔اُسے اپنے سامنے چند گھروں کی ایک بستی نظر آ رہی تھی"۔(۹)

ناول نگار کی رومانوی فضاءکو دیکھ کر بعض اوقات یہ شک ہوتا ہے ۔کہ اُن کے ناول عریانی اور فحاشی کی حدوں کو چھونے لگے ہیں خاص طور پر" داستان ایمان فروشوں کی " اور" اور نیل بہتا رہا "کو پڑھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے لیکن درحقیقت ایسا کچھ نہیں ہے ۔۔اُن کے ناولوں میں جاسوسی اور مزاح کے عناصر ضرور پائے جاتے ہیں ۔

ناول نگار کے تاریخی ناولوں کی زبان صاف اور شستہ ہے ،موضوعات میں تناؤ پایا جاتا ہے نیز گتھے ہوئے پلاٹوں اور عمدہ منظر نگاری کے باعث وہ اُردو کی تاریخی ناول نگاری میں ایک اہم مقام و مرتبہ کے حامل ہیں ۔جب ہم عصر ناول نگاروں سے اُن کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کی تاریخی ناول نگاری میں وہ ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اُن کے ہم عصروں میں نسیم حجازی، ایم اسلم، رئیس احمد جعفری، قاضی عبدالستار،رشید احمد ندوی،قیسی رامپوری، قمر جلالوی اور محمد سعید جیسے تاریخی ناول نگار شامل ہیں

عنایت اللہ نے مملکت خداد پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے اٹھائیس سال بعد تاریخی ناول لکھنے شروع کیے۔یہ وہ دور ہے جس میں فسادات کا موضوع سرد پڑ چکا تھا ۔تاریخی ناول نگاری ایک پسندیدہ موضوع تھی ایسے میں موصوف کے تاریخی ناولوں کو خاصی شہرت ملی اور یہ شہرت اب تک برقرار ہے ۔معاصرین کی طرح اُنہوں نے بھی ناول نگاری کی ہئیت ،اُسلوب ،اور رجحان میں روایتی انداز سے انحراف کیا کیوں کہ روایت کی تقلید سے ناولوں میں کچھ خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور فنِ ناول نگاری کا ارتقاء بھی رُک جاتا ہے لیکن موصوف کے ناول ایسے تمام نقائص سے پاک ہیں ۔اُن کے ناولوں میں تدریجی ارتقاء کا تصور بھی پایا جاتا ہے ۔وہ تاریخی ماحول کی تشکیل و تعمیر اور فضا سازی میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں ۔اپنے معاصرین اور پیشروؤں میں بعض خوبیوں کی بنا پر نمایاں مقام رکھتے ہیں ۔اپنی فوجی ملازمت

کے دوران مختلف جنگوں میں شرکت کا عملی تجربہ اور مشاہدہ ہوا اور اُنہوں نے تاریخ و تمدن کا بہ غور مطالعہ کیا ۔ اِس تجربے، مشاہدے اور مطالعے سے مؤرخانہ مہارت دکھائی دیتی ہے اور جتنا کثیر مواد پیش کیا وہ شاید کسی اور ناول نگار کے ہاں نظر نہ آئے۔

المختصر عنایت اللہ کے ناول فنی اعتبار سے اعلٰی معیار رکھتے ہیں۔اُنہوں نے اپنے ناولوں کو فنی نقائص سے پاک رکھنے کی جو شعوری کوشش کی ہے وہ اُس میں کامیاب رہے۔بیک وقت مختلف موضوعات کو ضبطِ تحریر میں لانا اُن کے وسیع مطالعہ کی دلیل ہے عنایت اللہ پیدائشی طور پر کہانی کار ذہن رکھنے والے ایک ذہین انسان تھے جس نے اپنے ناولوں میں سادہ اور عام فہم زبان استعمال کی اور شبانہ روز محنت سے ناول نگاری کے میدان میں اپنے آپ کو منوایا۔وہ مُحب وطن اور فن میں اخلاص رکھنے والی شخصیت تھے۔عنایت اللہ اُن چند ناول نگاروں میں شامل ہیں جو فنی معیار، وسیع مطالعہ اور کثیر کُتب کی تصانیف کے مالک ہیں۔ عنایت اللہ کی تاریخی ناول نگاری پاک وہند میں تاریخی ناول کا اختتام ہے۔ اس کے ناول اپنے انداز کے شارع بھی ہیں اور خاتم بھی۔ اس نے اردو ناول نگاری میں وہ اپج ایجاد کی جو آج تک کسی بھی اردو دان ادیب کو نہیں سوجھی تھی۔ اس نے اپنے ناول کے دیباچوں میں بار ہا کہا کہ وہ مسلم جوان نسل کے لیے لکھنا چاہتے ہیں جو سطحی اور کم درجہ ادیبوں کو پڑھتے ہیں۔ اس نے مسلم ہیروز کے کارناموں کو جاگر کیااور ظاہر ہے تاریخ میں ان کے حشر بداماں دامن سے کوئی ایسا واقعہ منسوب نہیں جو کسی مسلمان کو افسردہ کرے۔اس نے اپنے ناولوں میں اپنے ہیروز اور ان کی ہیروئنوں کو رومانوی کردار نہیں دیئے اور اپنے ناولوں کو عریانی اور فحش پن سے بھی دور رکھا۔

عنایت اللہ کا نام اپنی انفرادیت اور اپنے تاریخی ناولوں کے مطالعہ کی خاص اہمیت کے باعث اردو تاریخی ناول نگاری میں ہمیشہ زندہ رہے گا ۔

حوالہ جات

۱۔ گوریجہ،ڈاکٹر رشید احمد، اردو میں تاریخی ناول،لاہور:ابلاغ ،جولائی ۱۹۹۶ء، ص۶۷۶

۲۔ عنایت اللہ، چھوٹی بہن کا پگلا بھائی،لاہور:مکتبہء داستان ،ص۵

۳۔ راجپوت ،صابر حسین ،بھیڑیا،بدروح اور بیوی،لاہور:جہانگیر بک ڈپو،۲۰۰۳ء،ص۵

4۔ ایضاً۔۔۔۔ایضا،ص۵

۵۔ گوریجہ،ڈاکٹررشید احمداُردو میں تاریخی ناول،ص۶۶۸

۶۔ عنایت اللہ،حجاز کی آندھی،لاہور: مکتبہء داستان،جولائی ۲۰۱۱ء، ص ۳

۷۔ وحید قریشی،ڈاکٹر،افسانوی ادب،لاہور:مقبول اکیڈمی،ص۱۶۱

۸۔ عنایت اللہ،حجاز کی آندھی،لاہور:علم وعرفان پبلی شرز،۲۰۱۱ء،ص ۵

۹۔ عنایت اللہ، فردوس ابلیس(جلد دوم)۔لاہور:حکایت پبلشرز۲۰۱۰ء،ص۱۷